تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ (مؤطا امام مالک)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں، جب تم انھیں پکڑے رہوگے، ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کا طریقہ۔

ایک منزل دو راستے

محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی **محمد عبداللہ** صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

بانی مرکزی خانقاہ شاہ ابرار پھولپور، اعظم گڈھ

از اجلۂ خلفاء

محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ

حسب ارشاد

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ مفتی **محمد احمد اللہ** صاحب پھولپوری دامت برکاتہم

خلیفہ و جانشین

محسن الامت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی **محمد عبداللہ** صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

ناشر: اشرفی کتب خانہ ''مرکزی خانقاہ شاہ ابرار'' پھولپور، اعظم گڈھ، یوپی

+91961612971 Khanqah-e-phloopur @khanqahphoolpur/www.phoolpuri.org

﴿تفصیلات﴾

نام کتاب: ایک منزل دو راستے

صاحب خطبات: محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

سن طباعت: باراول ۱۴۴۱ھ/۲۰۲۰ء

تعداد صفحات: ۵۶

تعداد اشاعت: ۲۲۰۰

ملنے کے پتے:

(۱) دفتر ''فیضان اشرف'' مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڈھ، یوپی

(۲) ''خانقاہ شاہ عبداللہؒ'' مکان نمبر 4375 گلی نمبر 21 شانتی محلّہ پرانا سیلم پور، دہلی 31

(۳) ''خانقاہ شاہ ابرار'' افضل گڈھ، بجنوری، یوپی

(۴) ''خانقاہ شاہ ابرار'' (پنجابی مسجد) نمبر 10 نارتھ رنج کلکتہ-17

(۵) ''خانقاہ شاہ عبداللہ'' 61/1L تپسیا روڈ کلکتہ-39

(۶) ''خانقاہ شاہ ابرار'' 3-19/b# کراس عمر باغ لے آؤٹ جے پی نگر بنگلور-78

(۷) ''خانقاہ شاہ ابرار'' مدرسہ بیت العلوم اورنگ آباد مہاراشٹر

(۸) ''خانقاہ شاہ ابرار'' المنان کمپلیکس تھاوے روڈ گوپال گنج، بہار

E-mail: baitululoom256029@rediffmail.com

www.phoolpuri.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۶
۲	اسم الٰہی کی برکتیں	۸
۳	سورہ فاتحہ کی تفسیر	۸
۴	سورۂ فاتحہ، قرآن کریم کی سب سے عظیم سورہ ہے	۹
۵	بسم اللہ کی ''ب'' کے معانی اور اس کی تفسیر	۹
۶	بسم اللہ کی ''ب'' کا رسم الخط	۱۰
۷	یہ دنیا ایک کنویں کے درجہ میں ہے	۱۱
۸	''حَبْلُ اللهِ'' کی تاثیری قوت	۱۲
۹	لال بھجکڑ کا واقعہ	۱۳
۱۰	یہ دنیا جہنم ہے	۱۴
۱۱	علامہ ابن العربی کا کشف	۱۴
۱۲	''اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ''	۱۵
۱۳	عود الی المقصود	۱۶
۱۴	اسم الٰہی سے روح انسانی کی تربیت کی حکمت	۱۷
۱۵	ایک مجذوب کا واقعہ	۱۸
۱۶	تربیت کے لیے اسم الٰہی کافی ہے	۱۹
۱۷	دیدار الٰہی اور اس کا مقام	۲۰
۱۸	حضرت جبرئیل کی تیز رفتاری کا ایک واقعہ	۲۱

۱۹	دیدارِ الٰہی کی مدت	۲۳
۲۰	حقیق طلب اور اس کی علامت	۲۵
۲۱	جنت میں دیدار الٰہی حسب درجات ہوگی	۲۵
۲۲	کافروں کو زیارت الٰہی سے محروم کرنے کی حکمت	۲۶
۲۳	زیارت الٰہی دو طرح کی ہوگی	۲۶
۲۴	جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زیارت ہوگی	۲۷
۲۵	اللہ کے نام کی ضرب لگانے کی حکمت	۲۸
۲۶	حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا واقعہ	۲۹
۲۷	اللہ کو چاہنے والا ضرور کامیاب ہوتا ہے	۲۹
۲۸	عاشق مجازی کا ایک عجیب قصہ	۳۰
۲۹	اللہ کے نام کی برکتیں	۳۰
۳۰	دوازدہ تسبیح کا ثبوت	۳۲
۳۱	''الرحمٰن الرحیم'' کی تفسیر	۳۳
۳۲	حضرت محسن الامت علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ	۳۳
۳۳	دنیا خود ساختہ ہتھیاروں سے تباہی کے دہانے پر ہے	۳۵
۳۴	رحمٰن و رحیم اللہ ہی کی ذات ہے	۳۶
۳۵	**مقاصد بعثت** آیت کریمہ کی مختصر تشریح	۳۸
۳۶	لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کی تفسیر	۳۹
۳۷	احسان جتانے کی حکمتیں	۳۹
۳۸	کمال اطاعت مطلوب ہے	۴۰

۳۹	إذ بعث فیهم رسولا من انفسهم کی تشریح	۴۱
۴۰	اللہ کے محبوب کا صدقہ انسانوں کے لیے ہے	۴۱
۴۱	لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی تشریح	۴۱
۴۲	"إِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" کی تشریح	۴۳
۴۳	انسانی شکل وصورت میں کوئی جہنم میں نہیں جائے گا	۴۴
۴۴	انسانی اعضاء وجوارح اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں	۴۴
۴۵	کرامت انسانی کا راز	۴۵
۴۶	امت محمدیہ جنت میں سب سے پہلے جائے گی	۴۶
۴۷	یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ کی تشریح	۴۶
۴۸	تلاوت قرآن کا فریضہ	۴۷
۴۹	"وَیُزَکِّیْهِمْ" کی تشریح	۴۷
۵۰	تزکیہ قلوب کا فریضہ	۴۷
۵۱	"وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ" کی تشریح	۴۸
۵۲	بڑے نبی کا کام بھی بڑا ہوتا ہے	۴۸
۵۳	محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے	۴۹
۵۴	"وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ" کی تشریح	۴۹
۵۵	نبی کا مشن چھوٹ جانا ہی قیامت کا آنا ہے	۵۰
۵۶	اس کی ایک دلیل	۵۰
۵۷	ایک واضح مثال	۵۱
۵۸	سنت پر عمل کرنا وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے	۵۲
۵۹	دعا	۵۳

پیش لفظ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی **محمد احمد اللہ** صاحب پھولپوری دامت برکاتہم

خلیفہ وجانشین محسن الامت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی **محمد عبداللہ** صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

اللہ رب العزت نے انسان کو بڑے عجیب کمالات سے نوازا ہے اور اس کی فطرت میں بعض ایسے اوصاف ودیعت فرمائی، جو اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لازوال کمالات سے مستنیر ہیں، ان اوصاف عالیہ میں سے ایک وصف علم ہے جو اگرچہ دیگر مخلوقات کے اندر بھی ہے، مگر حضرت انسان کے اندر ایسے امتیازی خصوصیات کے ساتھ یہ صفت پائی جاتی ہے، جس کی بدولت وہ اشرف الخلائق اور مخدوم کائنات بن گیا، اسی علم کی بدولت بر و بحر اس کے لیے مسخر کیے گئے، نوع انسانی کو تاج خلافت، خلعت رسالت اور وراثت نبوت کا اعزاز اسی علم کے صدقے میں حاصل ہوا۔

علم اپنی تمام تر ذاتی فضیلتوں کے باوجود اس وقت تک باعث نجات اور مثمر خیرات وبرکات نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ عمل کی راہ سے نہ گذرے؛ لہٰذا ابتدائے اسلام سے علم وعمل کا تلازم عوام وخواص کے درمیان بداہۃً مسلم تھا، جوں جوں زمانہ مشکوۃ نبوت سے دور ہوتا گیا علم کی شعاعیں مدھم پڑتی گئیں، اور عمل سے بھی اس کا رشتہ کمزور ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ فریب خوردۂ ظاہر اور غرضہائے نفسانی کے خوگر بعض اہل علم کے طبقے میں قولاً نہ سہی عملاً، صراحۃً نہ سہی اشارۃً یہ نظریہ پنپنے لگا کہ علم مرتبۂ اولیٰ اور عمل مرتبۂ ثانیہ میں ہے، خصوصاً اہل مدارس میں جب یہ مسموم فضا پیدا ہونے لگی تو اکابرین امت نے بروقت اس طوفان کا مقابلہ ضروری سمجھا اور علاحدہ فن تصوف پر علما وعملا متوجہ ہوئے، شریعت وسنت سے ماخوذ، مستنبط اور مبرہن مستقل کتب تصوف تالیف

فرمائی، جذبۂ عمل اور تصحیح عمل کے لیے خانقاہیں وجود میں آئیں، عوام الناس کو صحیح دینی مزاج سے آشنا کرنے کے لیے تبلیغی اسفار فرمائے۔

ماضی قریب میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو اللہ تعالیٰ نے ان مقاصد حسنہ کی انجام دہی میں جو نمایاں مقام عطا فرمایا تھا وہ کسی فرد و بشر پر مخفی نہیں ہے، اللہ رب العزت نے آپ کی دینی خدمات میں خوب برکتیں عطا فرمائی، متحدہ ہندوستان میں اہل علم کا ایک بڑا اور کریم طبقہ آپ کے آستانۂ فیض سے وابستہ ہوا، اور تصوف کا صاف شفاف سلسلہ وسیع تر ہوتا گیا، یہ سلسلہ اور آگے بڑھا پھر آپ کے خلفاء کے خلفاء بھی الحمد اللہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے اور میزاب اشرفی سے سیراب ہو کر امت کو بھی شاد کام کرتے رہے۔

ان باتوفیق حضرات میں ایک نام نامی اسم گرامی محسن الامت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ کا بھی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ حضرت محسن الامت علیہ الرحمہ کی زبان حق ترجمان سے نکلنے والا پیغام جس طرح ان کی حیات میں مردہ دلوں کو زندگی بخش رہا تھا، بعد الممات بھی کتابی شکل میں آکر طالبین کے لیے باعث خیر ثابت ہو رہا ہے، اس سے قبل متعدد بیانات زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، اب یہ تازہ ترین رسالہ بنام **”ایک منزل دوراستے“** پیش خدمت ہے، اللہ رب العزت اس کا نفع عام و تام فرمائے اور مزید بیانات کی اشاعت کو بہ اخلاص دوام نصیب فرمائے۔ آمین

دعا گو و دعا جو

(مفتی) محمد احمد اللہ پھولپوری غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ

خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے، اعظم گڑھ

۲۳؍ جمادی الاخری ۱۴۴۱ھ

اسم الٰہی کی برکتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِيَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ أَن لَّآ اِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ‘‘.

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْم.

سورہ فاتحہ کی تفسیر:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! آپ حضرات سورۂ فاتحہ تو بار بار پڑھتے ہی رہتے ہیں، نیز اس مجلس میں بھی پڑھنے اور سننے کا آپ کو موقع ملا ہے، مجھے اسی کے متعلق تھوڑی سی بات عرض کرنی تھی، اب تلاوت کی برکت سے ذہن بھی ادھر منتقل ہوگیا ہے، مختصر سی بات ہوگی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا

فرمائے؛ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ میرے جیسے بے قدر انسان سے بھی کوئی علم اور کوئی عمل کے لائق بات کہلانا چاہے، تو یہ ان کی قدرت سے کیا بعید ہے؟ اور ہم سب ہی لوگوں کو عمل کی توفیق دیدیا تو ان کی رحمت سے کیا بعید ہے؟ اس لیے کہ جب بندہ کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو چاہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرما ہی دیتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ، قرآن کریم کی سب سے عظیم سورہ ہے:

سورہ فاتحہ وہ مبارک سورت ہے، جو قرآن کریم کی سب سے عظیم اور سب سے بابرکت سورت کہلاتی ہے، اس سے بڑی کوئی سورت نہیں؛ اسی لیے ایک روایت میں آتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: سورۃ فاتحہ کو ایک بار پڑھنے سے تیس پارہ کا اجر ملتا ہے''۔

اور علماء کرام لکھتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ، قرآن کریم کا خلاصہ ہے اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ ''بسم اللہ'' ہے اور بسم اللہ کا خلاصہ بسم اللہ کی ''ب'' ہے، یعنی خلاصۃ الخلاصہ ''بسم اللہ'' ہوا اور بسم اللہ کا خلاصہ ''ب'' ہے۔

بسم اللہ کی ''ب'' کے معانی اور اس کی تفسیر

علماء کرام نے ''ب'' کے متعدد معانی لکھے ہیں، چنانچہ درس نظامی کی ایک مشہور کتاب ''شرح مأۃ عامل'' میں چند معانی لکھے گئے ہیں، ایک معنی الصاق کے بھی آتے ہیں اور الصاق کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانے کے آتے ہیں، تو بسم اللہ کی جو ''ب'' ہے وہ اشارہ کررہی ہے کہ یہ قرآن کریم بھی ملانے کے لیے آیا ہے۔ اور

جس قرآن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، وہ قرآن بھی مخلوق کو خالق سے جوڑنے کے لیے آیا ہے۔ اور ''ب'' سے یہ مطلب فوراً سمجھ میں آ گیا کہ یہ کلام بندوں سے اللہ کی دوستی اور تعلق پیدا کرنے اور محبت کو زندہ کرنے کے لیے آیا ہے۔

بسم اللہ کی ''ب'' کا رسم الخط:

اور بسم اللہ کے ''ب'' کی بھی ہیئت عجیب ہے، چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ بسم اللہ کی جو ''ب'' ہے وہ مصحف عثمانی میں الف کے ساتھ (با) لکھی جائے گی، اسی لیے اس کو بدلنا بھی جائز نہیں؛ حروف تہجی کی ''ب'' الگ ہے؛ لیکن بسم اللہ کی ''با'' الف کی شکل میں لکھی جائے گی۔ اور یہ رسم الخط اس بات کو بتانے کے لیے باقی رکھا گیا ہے کہ یہ ''با'' آسمان سے آئی ہے، زمین والی ''با'' اس کو مت سمجھنا ورنہ گڑ بڑ ہو جائے گا۔

اور قرآن کریم انسان سے کہتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ (آل عمران:۱۰۳) ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو'' اور حدیث شریف میں ''حبل اللہ'' کی تفسیر کرتے ہوئے سمجھایا گیا کہ ''حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ الْقُرْآنُ الْعَظِیْمُ'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بُنی ہوئی وہ مضبوط رسی قرآن کریم ہے، اس لیے اس رسی کی شکل کو ''بسم اللہ'' ہی سے باقی رکھا گیا ہے تاکہ دماغ سے وہ رسی نکل نہ پائے۔ اب اس رسی سے جس قدر لوگ چمٹیں گے، اسی قدر سہولت اور آسانی سے اوپر پہنچ جائیں گے اور جتنا اس سے ڈھیلا تعلق ہوگا، اتنا ہی بیچ میں گرنے کا اندیشہ بھی رہے گا اور اگر نہیں بھی گرا تو اس کی سانس اوپر نیچے ہوتی رہے گی؛ جیسے اگر کوئی شخص فلائٹ میں بہت اچھی اور محفوظ جگہ بیٹھا ہے اور وہیں سے زمیں دیکھتا ہے، پھر بھی اس کو گھبراہٹ نہیں ہوتی؛ لیکن اگر تھوڑی

سی اوپر کی چھت ہٹادی جائے تو سارا دماغ گھومنے لگے گا کہ اب کیا ہوگا۔ ایسا ہی ''بسم اللہ'' کی ''با'' بھی یہی بتارہی ہے، کہ اگر قرآن کریم سے تمہارا تعلق کمزور رہے گا، تو خطرہ بھی بہت زوردار رہے گا۔ بہرحال ہماری اس تفسیر سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بسم اللہ کی ''با'' اس لیے لمبی لکھی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی لٹکائی ہوئی جو رسی ہے وہ سمجھ میں آجائے اور دکھائی پڑے۔

یہ دنیا ایک کنویں کے درجہ میں ہے:

اور ظاہر ہے کہ دنیا میں انسان کنویں میں آکر گر پڑا ہے اور کنویں میں گرے ہوئے شخص کو رسی سے ہی نکالا جاتا ہے، چنانچہ آپ نے دیہاتوں میں دیکھا ہوگا کہ کنویں میں جب کوئی چیز گر جاتی ہے، تو اس کو نکالنے کے لیے رسی لٹکائی جاتی ہے؛ ایسے ہی یہ انسان کنویں میں آکر گر پڑا ہے؛ تو اللہ تعالیٰ نے اوپر جانے کے لیے اور جنت میں پہنچنے کے لیے اپنی رسی لٹکادی ہے جس کا ایک سرا دنیا میں ہے تو دوسرا سرا جنت میں، اس رسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بسم اللہ کی ''با'' کو کھڑا لکھتے ہیں تاکہ اس کو دیکھتے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رسی یاد آجائے، کہ میرے مولیٰ نے مجھے اپنی طرف اٹھانے کے لیے اور بلانے کے لیے اس رسی کو لٹکایا ہے؛ اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ''. (مسلم شریف: ۱/۲۷۲) یعنی اس کتاب اللہ سے اور اس اللہ کی رسی سے پوری پوری قومیں سربلند ہوجاتی ہیں اور اسی کتاب اللہ سے پوری پوری قومیں سرنگوں بھی ہوجاتی ہیں اور جو قوم اس کتاب اللہ سے ہٹتی اور کٹتی ہے وہ اوندھے منہ جہنم میں چلی جاتی ہے۔

’’حَبْلُ اللہِ‘‘ کی تاثیری قوت:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو رسی لٹکائی ہے اس میں اتنی تاثیر ہے کہ اگر سارے کے سارے انسان لپٹ جائیں اور چمٹ جائیں تب بھی وہ رسی نہیں ٹوٹ سکتی، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ’’اس رسی سے سارے کے سارے لوگ چمٹ جائیں‘‘ اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی علیہ الرحمہ ’’وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللہِ‘‘ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ’’اللہ نے فرمایا ہے کہ رسی مضبوطی سے پکڑ لو! اس لیے کہ خطرہ صرف اس کے چھوٹنے کا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ سنبھال کر پکڑنا، اس لیے کہ ٹوٹنے کا کوئی خطرہ نہیں تھا‘‘ لہٰذا اعتصام کے معنی یہ ہوئے کہ رسی کو پکڑنے میں اگر تمہاری طرف سے کوئی کمی ہوئی تو تم پیچھے رہ جاؤ گے، ورنہ یہ رسی تم کو اٹھانے میں اور تم کو اوپر لے جانے میں کوئی کمزور نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اس رسی میں اتنی طاقت ہے کہ جیسے کرین۔ اور یہ کرین، ٹرین اٹھاتی ہے اور بڑے بڑے انجن اٹھاتی ہے، اب اگر آپ اس سے پوچھنے لگیں کہ ہماری گٹھری اٹھائے گا یا نہیں؟ تو کہے گا کہ صاحب! اگر آپ نہ رکھ سکیں تو یہ آپ کی غلطی ہے، ورنہ کرین پر اگر آپ نے گٹھری رکھ دی تو اس گٹھری سمیت آپ کو بھی اٹھا دے گا، ایسے ہی اس کرین سے بڑا اور طاقت ور اللہ تبارک وتعالیٰ کا کران، یہ قرآن کریم دنیا کا سب سے بڑا کرین ہے اور یہ قرآن کریم دنیا کے تمام انسانوں کو اٹھا کر جنت میں داخل کر دینے والا کرین ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ جو شخص اس سے چمٹے اور اس سے وابستہ ہو، اسے چاہیے کہ اس کو

خوب مضبوطی سے پکڑ لے، اسی لیے حدیث شریف میں سمجھایا گیا کہ ''عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ'' (ابن ماجہ/ اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین : ۵) یعنی ہاتھ اور پیر سے پکڑنے کے بعد اس کو دانت سے بھی پکڑلو! کہیں ایسا نہ ہو کہ رسی ڈھیلی رہے اور ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ میرے بھائی! یہ دنیا جہنم ہے اور اس جہنم سے نکلنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی شکل میں رسی اتاری ہے اور اس رسی سے وابستہ ہونے کے لیے اس کے قانون اور قاعدہ کو مضبوطی سے پکڑنے کے لیے ہم کو موقع دیا گیا، اس لیے کہ کنویں میں گرے ہوئے شخص کو رسی ہی سے نکالا جاتا ہے۔

لال بجھکڑ کا واقعہ:

اس دنیا میں ایک سے ایک قیاس کرنے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں، چنانچہ واقعات کی کتابوں میں کسی نے لکھا ہے کہ ایک لال بجھکڑ صاحب تھے، جو اپنی بستی کے سب سے زیادہ عقلمند سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ان کے گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ لال بجھکڑ صاحب! دیکھئے فلاں آدمی پیڑ پر چڑھ گیا ہے، لیکن وہاں سے اتر ہی نہیں پا رہا ہے، تو اس نے کہا کہ یہ کون سی مشکل بات ہے، ابھی اس کو اتار دیتا ہوں، چنانچہ اس نے ایک رسی اوپر پھینکی اور اس آدمی سے کہا کہ اس رسی کو اپنے کمر سے باندھ لو، اس نے باندھ لیا پھر اس نے وہ رسی کھینچ دی، اب وہ آدمی نیچے گرا تو اس کی جان ہی چلی گئی، جب لوگوں نے اس کو برا بھلا کرنا شروع کیا تو اس نے کہا کہ بھائی! اس کی تقدیر ہی ایسی تھی ورنہ میں نے ایسے ہی بہت سے آدمیوں کو کنویں سے نکالا ہے۔

اسی لیے کہتے ہیں کہ قیاس مع الفارق ناجائز ہے یہ بھی قیاس مع الفارق تھا اس

نے اوپر اور نیچے کے فرق کو نہیں سمجھا، اور آج کل کے لوگ قرآن وحدیث سے اجتہاد کرتے ہیں، وہ بھی قیاس مع الفارق ہوتا ہے، اس کو پتہ بھی نہیں رہتا کہ صاحب یہ قیاس چل سکتا ہے یا نہیں، چل سکتا، بس جھٹ سے قیاس کرلیا اور حکم لگادیا، ایسے ہی آج کا مسلمان بھی قیاس کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رسی چھوڑ کر دیگر رسیاں ٹٹول رہا ہے، پکڑ رہا ہے اور اپنا تجربہ کر رہا ہے۔

یہ دنیا جہنم ہے:

بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ دنیا جہنم ہے، اسی لیے قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ تم جلد بھاگ آؤ اور کفار ومشرکین سے نہیں فرمایا کہ تم جلدی بھاگ آؤ، اس لیے کہ کفار ومشرکین کو بھاگنے کی ضرورت ہی نہیں، وہ اپنا جال یہاں پھیلاتے رہیں، جب تک جہنم بھی آجائے گی۔

علامہ ابن العربی کا کشف:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ نے علامہ ابن العربی کا ایک کشف نقل کیا ہے، چنانچہ حضرت والا نے فرمایا کہ ابن العربی کا کشف یہ تھا کہ جنت آسمان دنیا کے اوپر ہے اور جہنم آسمان دنیا کے نیچے ہے، اس لیے یہ دنیا اور پورا حصہ وعلاقہ جہنم کا ہے، لیکن ابھی جہنم کو آنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے، یہیں سے وہ بات بھی سمجھ میں آگئی جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ”یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ“ یعنی

اے نفس مطمئنہ لوٹ آ! تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوٹنے کا حکم مسلمانوں کا دیا ہے اور مسلمانوں سے خطاب فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ۔اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کافروں سے کیوں نہیں فرمایا؟ اس کو کیوں چھوڑ دیا؟ تو اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ آنا نہیں چاہتے ،ان لوگوں نے دنیا کو اپنا گھر اور اپنی جنت بنالی ہے؛ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ واپسی کا انتظام ہے اگر تم بھی آنا چاہتے ہو تو آجاؤ! بس ہم نے جو رسی اور سواری بھیجی ہے سب لوگ اس کو پکڑتے ہوئے چلے آئیں؛ لیکن چوں کہ وہ جانا نہیں چاہتے اس لیے اللہ نے بھی فرمادیا کہ جب تم ہی نہیں آنا چاہتے ہو تو میں بھی بلانا نہیں چاہتا اس لیے ''یا ایتھا النفس المطمئنۃ '' میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف مسلمانوں سے خطاب فرمایا ہے اور فرمادیا کہ تم لوٹ آؤ! معلوم ہوا کہ مسلمان دنیا میں عارضی طور پر آیا ہے اور کفار تو یہیں رہیں گے۔

''اَلدُّنیَا سِجنُ الْمُؤمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ'':

میرے دوستو! یہیں سے اس حدیث شریف کا مطلب بھی سمجھ میں آ گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''اَلدُّنیَا سِجنُ الْمُؤمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ'' (الصحیح لمسلم/الزہد:۲/۴۰۷) یعنی یہ دنیا کافروں کے لیے جنت ہے؛ اس لیے کہ ابھی آگ نہیں پہنچ رہی ہے، جب تک جہنم کی آگ نہیں پہنچتی، تب تک یہ دنیا ان کے لیے جنت ہے، جب جہنم کی آگ لپٹ جائے گی اور بھڑک جائے گی تو پھر یہ جہنم کی شکل اختیار کرلے گی ،ابھی اصلی شکل میں اس لیے نہیں ہے کہ ابھی اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اولیاء اور دوست لوگ بھی کچھ رہتے ہیں، جن کی وجہ سے جہنم کی آگ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگے

بڑھنے سے روک دیا ہے، جب وہ دنیا کی رسی پکڑ پکڑ کر خالی کر دیں گے، تو اللہ کا حکم آجائے گا کہ اب جہنم کی آگ کھول دی جائے، اسی لیے فرمایا کہ ساری دنیا جہنم کا حصہ ہے، دنیا کا سارا حصہ اور سارا علاقہ جہنم کا علاقہ ہے، سوائے ریاض الجنۃ کے؛ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر جو مسجدیں بنائی گئیں ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے، اس زمین کو نجات مل جائے گی اور اس کو اٹھا کر جنت میں پہونچا دیا جائے گا، بقیہ ساری زمین جہنم ہے؛ لہٰذا آپ کیسی بھی تعمیر کیجیے وہ جہنم ہی ہے، بس فرق اتنا ہے کہ اس جہنم کا اثر ابھی نہیں آرہا ہے، بہر حال معلوم یہ ہوا کہ زمین کا جتنا بھی حصہ ہے اور آسمان دنیا کا جتنا بھی حصہ ہے سب جہنم کا حصہ ہے، امریکہ اور لندن سمیت سب جہنم بن جائے گا، اس میں کیڑے مکوڑے سب دوڑنے لگیں گے، لیکن ابھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک بندوں کے صدقے میں جہنم کا عذاب نہیں آرہا ہے۔

عود الی المقصود:

بہر حال بات ''بسم اللہ'' کی چل رہی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''، یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمتوں والا ہے، بار بار رحمت دینے والا ہے اور زیادہ رحمت دینے والا ہے، یا یوں ترجمہ کیا جائے کہ بڑا مہربان اور بار بار معاف کرنے والا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نام کا سہارا کیوں لیا؟ ذات کا سہارا کیوں نہیں لیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی آنت بہت کمزور ہوتی ہے، لہٰذا پیدا ہوتے ہی اس کو نان گوشت کھلا دیا جائے تو آنت پھٹ جائے گی، اسی لیے اس کو ہلکی ہلکی غذا دی جاتی ہے، مثلاً

اس کو دودھ پلایا جاتا ہے وہ بھی بہت پتلا، تاکہ معدے سے پار ہوجائے اور آنت نہ پھٹ سکے، ایسے ہی یہ انسان جو دنیا میں آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لیے آیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ جیسے جیسے پالتے اور بڑا کرتے جائیں گے، ویسے ویسے یہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہچانتا چلا جائے گا؛ اب اگر یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات سے ملاقات ہوجائے تو اس کی تربیت نہیں ہوسکتی، کیوں کہ یہ انسان سرتاپا کمزور ہے، اس لیے اس کی تربیت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام چاہیے، یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام سے اس کی تربیت ہوگی، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے نہیں ہوسکتی، لہٰذا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کا سہارا لیا گیا ہے، اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ اس دنیا میں انسان کی تربیت اللہ کے نام سے ہوسکتی ہے، ذات سے نہیں؛ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس دنیا میں ملاقات کروگے تو تمہارا دل اور دماغ اس کا متحمل نہیں ہو پائے گا اور سب غائب ہوجائے گا۔

اسم الٰہی سے روح انسانی کی تربیت کی حکمت:

یہ انسان جب اللہ، اللہ کہہ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیتا رہتا ہے، لیتا رہتا ہے تو اللہ سے تعارف ہوجاتا ہے، پھر اس کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت پیدا ہوجاتی ہے، پھر اس تعلق میں قوت پیدا ہوتی ہے، پھر تعلق پیدا ہوتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ ذکر کی برکت سے ذاکر مذکور ہوجاتا ہے اور ذکر کی برکت سے پھر وہ مذکور موصول ہوجاتا ہے، ایسے ہی جب آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیتے رہیں گے، تو آپ کے روح کی تربیت ہوتی رہے گی پھر ہوتے ہوتے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات کے لیے شوق،

بے چینی اور بے قراری بڑھ جائے گی اور جب اس قدر بے چینی بڑھ جائے گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نام کی برکت سے اس کو بہت طاقت ور بنادیں گے، پھر ایک وہ وقت آئے گا جس میں زمین وآسمان کے پردے ہٹیں گے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات ہوجائے گی اور وہ ملاقات آپ کے لیے متحمل ہوگی، ورنہ اگر شروع ہی میں اللہ کی ذات سے ملاقات ہوجائے تو یا تو دنیا رہے گی یا پھر آپ رہیں گے۔

ایک مجذوب کا واقعہ:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ایک مجذوب راستے میں جا رہے تھے تو انہوں نے دعا کی کہ: اے اللہ! ابھی تجلی ہوجاتی تو بہتر ہوتا؛ حکم آیا کہ تجلی کے چکر میں مت رہو اپنا کام کرو، اگر ایک تجلی ہوجائے گی تو تم غائب ہوجاؤ گے، اس لیے کہ اگر بہت ہی ہائی پاور کا ٹرانسفارمر لگا کر آپ کے بلب میں کنکشن دے دیا جائے تو جتنے بھی ٹیوب لائٹ اور بلب ہیں سب ختم؛ لیکن وہ اپنی بات پر بضد تھے تو حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ پھر ایک تجلی ظاہر ہوئی اور ان کے سامنے اندھیرا چھا گیا، یہ غش کھا کر گر پڑے پھر جب ہوش آیا تو شعر پڑھا ؎

نہ من مانم، نہ جاں ماند، نہ عالم
اگہ فردا بدیں خوبی بیائی

یعنی مجذوب نے فرمایا کہ: میرے مولیٰ اگر آپ نے ایک تجلی اور فرمادی تو نہ میں رہوں گا، نہ جہاں رہے گا اور نہ جان رہے گی؛ اس لیے میں معافی چاہتا ہوں'' تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں بھی تو یہی چاہتا ہوں اور تم بغیر تجلی کے مان ہی نہیں

رہے تھے، جیسے باپ اپنے بیٹے کو سمجھاتا ہے کہ یہ کام مت کرنا اب وہ وہی کام ضرور کرے گا؛ لیکن جب ٹکرائے گا تو روتا ہوا باپ کے پاس آئے گا اور جب والد صاحب پوچھیں گے کہ کیا ہوا تو کہے گا کہ موٹر سائیکل سے گر گیا تو والد صاحب کہیں گے کہ آئندہ موٹر سائیکل مت چلانا! میں نے تو تجھے پہلے ہی منع کیا تھا، تو ایسے ہی مجذوب لوگوں کے پاس عقل مستور رہتی ہے، اسی لیے وہ بضد تھے اور جب بضد ہو گئے تو تجلی آئی، پھر سمجھ میں آ گیا کہ ہم تجلی کے متحمل نہیں ہیں۔

تربیت کے لیے اسم الٰہی کافی ہے:

میرے بھائی! یہاں تجلی آئے گی تو جل جاؤ گے، اس لیے یہاں اللہ کا نام ہی کافی ہے، اللہ کے نام سے گرمی حاصل کرو، اس کے نام کی توانائی اور طاقت حاصل کرو، یہی تمہاری ترقی کے لیے کافی ہے! جیسے کمزور کو جب کسی چیز کا عرق پلایا جاتا ہے تو پہلے اس کو چھانتے ہیں، پھر چھاننے کے بعد اس میں ہلکا سا پانی ملا دیتے ہیں، تب اس کو یہ عرق پلایا جاتا ہے؛ اور اسی سے اس کی توانائی اور طاقت بڑھتی ہے، ڈائریکٹ وہ عرق نہیں پلایا جاتا ہے؛ اسی طرح اگر انسان ترقی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ترقی نہیں ملے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام کا سہارا لینا پڑے گا۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں تجلی آئے گی تو جل جاؤ گے اس لیے یہاں نام ہی کافی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سارے پردے کو ہٹا دیں تو سارا کا سارا عالم جل کر خاک ہو جائے اور جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی وہاں تک ساری دنیا جل کر خاک ہو جائے گی؛ چونکہ اللہ کی نگاہ پورے عالم کو محیط ہے اس

لیے سارا عالم جل کر خاک ہو جائے گا۔

میرے بھائی اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اوپر جلال کے پردے ڈال رکھے ہیں، وہ بھی جلال کے ستر پردے ڈال رکھے ہیں، اور جلال کے معنی روشنی کے ہیں، اس کو یوں سمجھیے کہ گاڑی جب کراس ہو رہی ہو اور اس کی لائٹ آپ کے اوپر آ جائے تو عقل کام نہیں کرتی ہے کہ اب کیا ہوگا، کہیں کھائی میں نہ گر جائیں، اتنی فوکس ہوتی ہے کہ کبھی آنکھ کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے سفید روشنی پڑی ہوئی ہے، پھر اس عالم میں اس کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔

دیدار الٰہی اور اس کا مقام:

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھنے کا نمبر اس وقت آئے گا، جب کہ لوگ اس دنیا سے رخصت ہو کر جنت میں چلے جائیں، اس وقت حکم ہوگا کہ تمام لوگ میدان مزید میں آ جائیں، جنت میں ایک میدان مزید ہے وہ حیدرآباد کے میدان کی طرح نہیں ہے، وہ اتنا بڑا میدان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وہاں بھیج کر فرمایا کہ اس کی پیائش کر کے آیئے اور جب گئے تو ایک مہینہ تک پیائش کرتے رہے، لیکن ان کو معلوم نہیں ہو سکا کہ کتنے ہزار اور کتنے لاکھ فٹ ہوا، حالانکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رفتار تو دنیا جانتی ہے، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو حکم دیتے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں، تو ان کا پہلا قدم ساتویں آسمان سے آسمان دنیا میں تو دوسرا قدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتا۔

حضرت جبرئیل کی تیز رفتاری کا ایک واقعہ:

چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تیز رفتاری کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے: وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک غزوے سے واپسی کے دوران ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا اور جن کو جہاں جگہ ملی وہ وہاں آرام فرمانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ایک الگ جگہ پر آرام فرما رہے تھے، اسی دوران ایک شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر آپ کی تلوار نکالا، تلوار نکالتے وقت اس سے کھڑ کھڑ کی آواز آئی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی تو اس نے تلوار اٹھا کر کہا: **مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ یَا مُحَمَّدُ** یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب بتائیے کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میرے بھائی! دشمن کے اس فعل اور حرکت کے ذریعہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان دنیا والوں کے سامنے دیکھنے کے لیے رکھ دیا کہ جو شخص روزانہ، صبح وشام اور پوری زندگی یہ کہہ رہا ہو کہ ضار اور نافع اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے، مخلوق خدا سے کچھ بھی نہیں ہوتا، آج ان کے ایمان کو دیکھنے کے لیے دنیا والوں کی نگاہیں کھلی ہوئی ہیں اور جان نثار صحابہ بھی اس منظر کو دیکھ رہے ہیں کہ آج کیا ہوتا ہے، تو جس اللہ کی ربوبیت، نافعیت اور ضاریت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی بات کی تھی اللہ کا شکر ہے کہ ایسے وقت میں بھی آپ کا ایمان اسی سطح پر باقی رہا اور بڑے ہی اطمینان سے جواب دیا **''اللہ''** یعنی مجھے تو بس میرا اللہ ہی بچائے گا۔ اس پر لکھا ہے کہ جب اس نے تلوار اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا اس

پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فوراً حکم دیا، جس کو ایمرجنسی آرڈر کہتے ہیں اور کہا کہ ''اَدْرِکْ مُحَمَّدًا الْآنَ ''یعنی اے جبرئیل! تم آن کی آن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو! بس جبرئیل جیسے ہی چلے ویسے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر کھڑے ہوگئے اور اس کے سینے میں مارا اور لفظ اللہ سنتے ہی اس کے ہاتھ پیر میں رعشہ طاری ہوگیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبضہ میں لے لیے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے وہی سوال کیا کہ من یمنعک منی تو اس نے کہا کہ آپ کے علاوہ کون بچا سکتا ہے؟ حالاں کہ اسی جگہ محمد رسول اللہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیا تھا اور اس نے اللہ کا نام لینے کے بجائے محمد رسول اللہ کا نام لیا، بہر حال اس کا وہ جملہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا۔

امام واقدی نے لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان کے لیے کسی سے بدلہ نہیں لیا کرتے تھے، جہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مارا یا مارنے کا حکم دیا، وہاں ایمان اور دین مقصود تھا؛ تو اس شخص نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اخلاق کریمانہ اور اخلاق حمیدہ کو دیکھ کر اسی وقت اسلام قبول کرلیا، چناں چہ امام واقدی نے اور ایسے ہی ابن اسحٰق نے اس شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ اَسْلَمَ وَاَحْسَنَ اِسْلَامُہٗ وَاهْتَدَى بِهٖ خَلْقٌ كَثِيْرٌ (فتح الباری: ۷/۵۳۴) کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور بہت اچھا والا اسلام لے آئے، اسی پر بس نہیں بلکہ ان کے ہاتھ پر پانچ سو آدمی مسلمان ہوئے۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ کتنی تیزی سے دوڑنے والے

ہیں، ان کی تیز رفتاری کا حال آپ کو معلوم ہو گیا، ان کو حکم ہوا کہ ذرا میدان مزید دیکھ کر آیئے گا، انہوں نے بہت گھوم ٹہل کر ایک مہینہ کی مسافت طے کی، اور آ کر کہنے لگے کہ بار الٰہا ابھی پتہ نہیں چلا کہ تہائی دیکھا ہوں یا چوتھائی؛ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ٹھیک ہے کوئی بات نہیں، اس کو صاف وستھرا کر کے رکھو! کیوں کہ اس میں سیرت النبی کا سب سے بڑا ایک جلسہ ہوگا، اس میں جلسہ کیسا ہوگا بھائی! سیرت النبی کا ہوگا؛ یہ لفظاً تو نہیں کہہ رہا ہوں لیکن معنی وہی ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو حکم ہوگا کہ سب لوگوں کو بلایا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت ہوگی۔

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے اور سنگ در بھی ہے

اس وقت سارے بیٹھنے والے الگ الگ صوفے پر بیٹھے ہوں گے، کوئی کھاٹ پر بیٹھا ہوگا تو کوئی ٹیلہ پر بیٹھا ہوگا، الغرض تمام لوگ بیٹھے ہوں گے اور تمام مومنین، اولین وآخرین جمع ہوں گے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ قرآن مجید پڑھیے! پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جائے گا، تو اچانک جلال کے تمام پردے ہٹیں گے تو سارے کے سارے لوگ بس غرق ہو جائیں گے۔

دیدارِ الٰہی کی مدت:

اور اس دنیا کے دس لاکھ سال تک زیارت ہوتی رہے گی، اسی لیے اس دنیا میں نظر بچانے کا حکم دیا گیا، کہ اپنی نظر غلط جگہ پر مت خرچ کرو، بلکہ کام کی جگہ پر خرچ

کرنا، اس کو صحیح جگہ پر لگانا ہے، اس کے بعد جو حوران بہشتی ہوں گی، ان کی اللہ تعالیٰ کے یہاں درخواستیں آئیں گی، کہ ہمارے شوہر کہاں چلے گئے، تو ان حوران بہشتی کی درخواست کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ جیسے ہی اپنا جلوہ ہٹائیں گے، ویسے ہی لوگ بے قرار اور بے چین ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے کہ اے میرے مولیٰ! ابھی تو ابتدا ہی ہوئی تھی، اتنی جلدی پردے گر گئے۔

میرے بھائی! آپ بتائیے کہ دس لاکھ سال تک زیارت کرنے کے بعد بھی لگ رہا ہے کہ صرف ایک لمحہ کے لیے دیکھا ہے اور زیارت کی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ ''ابھی محبوب کو دیکھا ہی نہیں اور آسودہ بھی نہیں ہوئے کہ باہر چلا گیا'' اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ میری عظمت اور جلالت شان کی قسم! میں نے تم کو دنیا کا دس لاکھ سال اپنی زیارت کے لیے دیا تھا اور تم لوگ مجھے دس لاکھ سال تک دیکھتے رہے لیکن تمہاری حوروں کا بار بار تقاضا آنے لگا کہ میرے مولیٰ! ہمارے جو مہمان آئے تھے وہ سب کہاں چلے گئے؟ ساری جنت خالی پڑی ہے، سارے کھانے اور پانی ویسے ہی پڑے ہیں، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ اب جاؤ تمہاری حوریں منتظر ہیں، اسی کو کہتے ہیں:

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی جب زیارت ہوگی تو جنت کی ساری نعمتیں پھیکی پڑ جائیں گی؛ کیوں کہ جب مالک ہی آجاتا ہے تو یقیناً نعمت اس سے کم درجہ کی ہو جاتی ہے۔ بس بھائی بات بہت ہوگئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حقیق طلب اور اس کی علامت:

بزرگوں کے یہاں ایک اصول ہے کہ تشنگی باقی رکھو! بالکل سیراب نہ کردو! یعنی پیاس کچھ باقی رکھوتا کہ دوبارہ تلاش کرنے آئے اور اگر آسودہ کر کے بھیجو گے، تو کہیں گے کہ چلیے بمشکل جان چھوٹی؛ چنانچہ میں نے بھی ایک جگہ اپنی بات کو دس منٹ میں ختم کر دیا، تو لوگ کہنے لگے کہ ''حضرت اور بیان کریں'' تو میں نے کہا کہ نہیں! اتنے ہی پر اکتفا کرو! اس پر وہاں کے لوگوں نے کہا کہ حضرت جان تڑپتی ہی رہے گی، اس لیے تھوڑی دیر اور بیان کر دیجیے تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ دل تڑپانے ہی کے لیے یہ باتیں سنائی جاتی ہیں، کیوں کہ لوگوں کے اندر جب تڑپ پیدا ہو جائے گی تو سمجھو کہ اصل مقصود حاصل ہو گیا، اس لیے کہ اصل دین کا تڑپ دینا ہے، پھر دین تو دینا ہی ہے۔

میرے بھائی! جب لوگوں کو دین کی تڑپ مل جائے گی اور وہ تڑپ ان لوگوں کو کسی کامل اللہ والے کے پیچھے لگا دے، یا علم کی جستجو میں کسی عالم کے پیچھے لگا دے اور علماء کی مجلس میں آپ کو پہنچا دے تو وہ تڑپ آپ کو مالا مال کر دے گی، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے ذریعہ آسودہ کر دیں گے؛ اصل ہمیں اپنے اندر طلب پیدا کرنا ہے اور جب طلب پیدا ہو جائے گی تو کام بھی بنتا چلا جائے گا۔

جنت میں دیدار الٰہی حسب درجات ہوگی:

بہرحال میں نے جو روایت نقل کی ہے اس میں اور بھی تفصیل ہے کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ لوگوں کو حسب درجات الٰہی زیارت نصیب فرمائیں گے، چنانچہ جو لوگ جنت النعیم اور جنت الفردوس میں ہوں گے، ان کی جو چھت ہوگی وہ عرش الٰہی کی ہوگی، لہٰذا صبح وشام ان کو زیارت نصیب ہوا کرے گی اور بعض وہ لوگ ہوں گے، جن کو صرف ہفتہ میں زیارت ہوگی اور بعض وہ لوگ ہوں گے جن کو مہینہ میں زیارت ہوا کرے گی اور بعض وہ لوگ بھی ہوں گے جن کو ایک سال میں زیارت نصیب ہوگی۔

کافروں کو زیارت الٰہی سے محروم کرنے کی حکمت:

الغرض جنتیوں کو زیارت الٰہی درجات کے حساب سے ہوا کرے گی؛ لیکن جنت میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ساری نعمتوں کے بعد بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھنے کا جذبہ باقی رہ جائے گا، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں جہاں کافروں کو جہنم کی سزا سنائی ہے وہیں پر ان کو اپنی زیارت سے محرومی کی بھی سزا سنائی ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ''کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ'' (المطففین: ۱۵) یعنی یہ '' جہنمی اپنے رب کو دیکھنے سے روک دیئے جائیں گے'' تو رب کو دیکھنے سے روکنا یہ بھی ایک ان کی سزا ہے اور جنتیوں کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت نصیب ہوتی رہے گی اور ان سے ملاقات کا موقع ملتا رہے گا؛ اب ظاہر ہے کہ جیسی جنت ہوگی اسی اعتبار سے ملاقات کا نمبر بھی آئے گا۔

زیارت الٰہی دو طرح کی ہوگی:

اور جنت میں دو طرح کی زیارت ہوگی، ایک زیارت عام اور ایک زیارت

خاص، زیارت خاص تو باعتبار درجات ہوگی، جس کا تذکرہ ماقبل میں کیا جاچکا ہے اور ایک زیارت عام ہوگی سارے لوگ دیکھیں گے، اسی کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پوچھے تھے کہ یارسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ زیارت کس طرح ہوگی، بڑے لوگ تو آگے چلے جائیں گے اور ہم چھوٹے لوگ پیچھے رہ جائیں گے تو نظر کہاں آئے گا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں چھوٹے بڑے ہونے کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ نہیں، وہ تو ہر آدمی دیکھتا ہے؛ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت ایسے ہی ہوگی جیسے چودھویں کا چاند' چنانچہ جب چودھویں رات کا چاند نکلتا ہے تو سب لوگ دیکھتے ہیں، اس میں کسی قسم کا دھکا وغیرہ نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص کسی کے اوپر گرتا ہے بلکہ تمام لوگ آسانی کے ساتھ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں، اسی طرح جب زیارت عام ہوگی، تو تمام لوگ آسانی کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوجائیں گے۔

جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زیارت ہوگی:

میرے دوستو! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ غم کھائے جاتا تھا کہ جنت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہو تو جنت کا لطف ہلکا لگے گا، چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ دوپہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر رونے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

سے پوچھا کہ بھائی کیوں روتے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ جنت تو ہمارے لیے بے کار ہے جس جنت میں ہماری آپ سے ملاقات نہیں ہوگی اور کہنے لگے کہ جب ہم یہاں بے قرار ہوتے ہیں تو آپ کو دیکھ لیتے ہیں اور تمام بے چینی دور ہو جاتی ہے، تو وہاں آپ سے ملاقات کی شکل کیا ہوگی؟

اور یہ کہہ کر خوب روئے، اتنا روئے اتنا روئے کہ عرش اعظم سے فرمان جاری ہو گیا، کہ نیچے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوا کرے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب لوگ تو نیچے ہی ہوں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں کو لائسنس ملے گا اور جنت میں ان کی زیارت کے لیے کوئی وقت دیا جائے گا، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا" (النساء: ۶۹) "یعنی یہ لوگ بھی انہیں انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے"، تو گویا کہ یہاں کا تعلق اور یہاں کی معیت وہاں لائسنس دلا دے گی، کیوں کہ کوئی اپنے محبوب کی ملاقات کے بغیر تڑپتا رہے تو اس کی جنت کہاں؟ اس لیے جس طرح جنت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت ہوگی وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے اور ان کے شکریہ کے لیے بھی لوگ ان کی خدمت میں جائیں گے۔

اللہ کے نام کی ضرب لگانے کی حکمت:

بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ کا نام لے کر کام کرو! اللہ کی ذات سے تم کو ابھی فائدہ نہیں ہوگا؛ کیوں کہ تمہارا معدہ ابھی بڑا کمزور ہے، اسی لیے بزرگوں کے

یہاں یہی رٹ لگوائی جاتی ہے کہ اللہ اللہ کرتے رہو، اگر کوئی کہتا ہے کہ اس سے کیا ہوگا تو اسے کہا جاتا ہے کہ پہلے کر کے تو دیکھو، پھر پوچھنا!

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا واقعہ:

چنانچہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ ایک مجذوب کے یہاں گئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے محبت کی تڑپ اور بے چینی کیسے آتی ہے؟ تو مجذوب صاحب نے فرمایا کہ ذرا اپنا ہاتھ رگڑیے! حضرت والا نے اپنا ہاتھ رگڑا، انہوں نے کہا اور رگڑیئے! حضرت نے پھر رگڑا، انہوں نے کہا اور رگڑیئے! تو حضرت والا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اب ہاتھ بہت جل رہا ہے، اس پر مجذوب صاحب نے فرمایا کہ ایسے ہی جب کسی کے نام کی ضربیں دل پہ لگتی جائیں گی تو پھر تڑپ اور بے چینی بھی پیدا ہو جائے گی؛ اسی کو خواجہ صاحب اپنی زبان میں کہتے ہیں:

ضربیں کسی کے نام کی، دل پر یوں ہی لگائے جا
گو نہ ملے جواب کچھ، در یوں ہی کھٹ کھٹائے جا
کھولیں یا نہ کھولیں در، اس پر ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر ،یعنی صدا لگائے جا

اللہ کو چاہنے والا ضرور کامیاب ہوتا ہے:

یعنی اگر کوئی شخص اللہ اللہ کی صدا لگاتا رہا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ایک دن پیار آ ہی جائے گا اور ایک نہ ایک دن ضرور اس کے دل کا دروازہ کھول دے گا اور اس کو

ضرور اپنی معرفت اور محبت سے نوازے گا؛ اسی لیے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: اس دنیا میں کوئی شخص کسی چیز کا چاہنے والا ہو، تو ہوسکتا ہے کہ وہ چیز اسے نہ ملے، لیکن کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے اللہ رب العزت کو چاہا ہو اور اسے اللہ نہ ملے ہوں، کیوں کہ اللہ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ میں اپنے چاہنے والوں کو ضرور ملتا ہوں، اسی لیے حضرت والا فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! کبھی تم نے اللہ کو چاہا نہیں، اللہ سے ملنا نہیں چاہا، اسے یاد کرنا نہیں چاہا، تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں کیسے ملیں گے؟

عاشق مجازی کا ایک عجیب قصہ:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے عاشق مجازی کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے، کہ ایک شخص تھا جو صنم صنم کی رٹ لگا رہا تھا، لیکن اچانک ایک مرتبہ اس کے منھ سے آواز نکل آئی ''صمد'' (جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایک صفاتی نام میں سے ہے) تو فوراً غیب سے آواز آئی ''لبیک یا عبدی'' یعنی اے میرے بندے میں حاضر ہوں!

اللہ کے نام کی برکتیں:

اس لیے آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ محض نام ہے! یہ نام محض نہیں، بلکہ یہی تو کام کا ہے؛ اگر اس نام کو آپ نے پکڑ لیا، تو خواجہ صاحب کی زبان میں پھر یہی نام آپ کے بے کار کام کو کام کا بنا دے گا، اس لیے کہ اللہ کے نام کی وہ تاثیر ہے جو نکما کو بھی کار آمد

بنا دیتا ہے؛اسی لیے جو لوگ قرآن کریم بالکل نہیں پڑھ سکتے،تو اسمائے الٰہیہ ہی سے ان کی تربیت ہوتی چلی جائے گی،خواجہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں ۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دور جام ہے

اللہ اللہ کتنا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا ہے اور جام ہے

اسی ''بسم اللہ'' سے اگر آپ نے اللہ کہنا سیکھ لیا،تو بس ایک اللہ سے ساری کائنات آپ کو مل جائے گی،کیوں کہ جب مالک ملے گا تو مملوک ملے گا ع

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

لیکن آج کا یہ مسلمان ایک اللہ کا نام لینے کے لیے بھی تیار نہیں،اس کے نام کا ورد پڑھنے کے لیے اس کو موقع نہیں،جب کہ اخبار اور میگزین پڑھتے پڑھتے تھک جاتے ہیں،خواجہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں ۔

لب پہ ذکر اللہ کا تکرار ہو   اور دل میں اس کا استحضار ہو
اس پہ کرلے تو اگر حاصل دوام   پھر تو بیڑا پار ہو ہاں پھر تو بیڑا پار ہو

اگر آپ کو لمبی لمبی سورتیں یاد نہیں ہیں تو کوئی بات نہیں،لفظ''اللہ''تو یاد ہے،ایک لفظ''اللہ''ہی آپ کو جہنم میں جانے سے روک دے گا۔

چنانچہ مشکوۃ شریف کی روایت کے مطابق حساب و کتاب کے دن ایک ایسے آدمی کو بلایا جائے گا،جس کے نامہ اعمال میں صرف ایک لفظ اللہ لکھا ہوا ہوگا اور سارا نامۂ اعمال گناہوں سے بھرا ہوگا،تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کو ترازو پر رکھو اور رکھنے

کے بعد جب اس کو بڑھایا جائے گا (کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا واقعہ تو ہے؛ لیکن ایک روایت لفظ اللہ کے بارے میں بھی ہے) تو ایک لفظ اللہ سے اس کا نامہ اعمال وزنی ہوتا چلا جائے گا اور آخر میں جا کر سب پر وہ بھاری ہو جائے گا؛ کیوں کہ ''اللہ'' مالک کا نام ہے اور سارے زمین و آسمان مملوک ہیں اور مالک کے نام کے وزن کی برابری مملوک اور نوکر کے نام نہیں کر سکتے؛ مثلاً پانچ سو غلام کہہ رہے ہوں کہ ان کو دس لاکھ روپے دے دو اور مالک نے کہہ دیا کہ نہیں اس کو بیس لاکھ روپے دے دو، تو خدام فوراً بیس لاکھ روپے لائیں گے۔

اسی طرح اس پورے کائنات کا وہ مالک ہے، جب اس کا نام آئے گا تو اس کی شان بھی آئے گی، اور اس کی صفت بھی آئے گی نیز اس کا حکم بھی آئے گا، اس لیے پوری دنیا اور آسمان و زمین بھی اس کے نام کے وزن کو پورا نہیں کر سکتے؛ لیکن اب تو مسلمانوں کو لفظ اللہ کہنے میں پریشانی ہے اگر یہی طریقہ رہا تو کام کیسے چلے گا!!۔

دوازدہ تسبیح کا ثبوت:

میرے دوستو! علماء نے لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا خود اتنا اجر ہے کہ دنیا میں کسی چیز کا اتنا بڑا اجر نہیں؛ اس کائنات میں لفظ اللہ پر جو اجر ملتا ہے کسی اور چیز میں نہیں۔ چنانچہ دوازدہ تسبیح والے صوفیاء کرام کیا کرتے ہیں، وہ لا الٰہ الا اللہ سے شروع کرتے ہیں اور اللہ پر جا کر ختم کرتے ہیں، ان سے جب پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ'' کا خلاصہ ہے اس لیے کہ اصل اسم الٰہی ہے، اسم الٰہی کو پکڑو تو ذات الٰہی تک پہنچ جاؤ گے؛ اس کی مثال میں یہ دیا کرتا ہوں کہ اگر آپ چالیس دن تک روزانہ دس منٹ تاج محل کا تذکرہ کریں، تو ایک دن ایسا آئے گا کہ گھر والوں سے چوری چھپے اس تاج

محل کو دیکھنے کے لیے بھاگ جائیں گے اور اس کو دیکھ کر آئیں گے ع

دیوانہ بھاگا جائے ہے زنجیر توڑ کر

اس لیے اگر شروع میں آپ کو اللہ کے نام کا لطف نہ آئے پھر بھی لیتے جاؤ اگر لطف ملے بغیر بھی نام لیتے جاؤ گے تو تم کو وہ نام بھی اللہ تک پہنچا دے گا ع

بے لطفی میں بھی ہم نے تو، کیف مسلسل دیکھا ہے۔

''الرحمٰن الرحیم'' کی تفسیر:

بہرحال بات بہت لمبی ہے اور آپ لوگ جلدی چھٹی لینے کے چکر میں ہوں گے، اس لیے بسم اللہ کی ''ب'' اور اسم ''اللہ'' ہی کی تفسیر تک رکھو؛ کیوں کہ ''الرحمٰن الرحیم'' کا معاملہ بہت لمبا ہے، نیز اس کی نعمت کا مطلب بندہ کہاں سمجھ سکتا ہے، جب کہ اس کی نعمت ساری کائنات کو محیط ہو! اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو دو عطا صفت رحمٰن اور رحیم ہے، اسی سے ساری دنیا پل رہی ہے، اللہ کے نام کے ساتھ جو صفت رحمت لگی ہوئی ہے اور اسی رحمت کا ابھی غلبہ بھی ہے، جس دن یہ صفت ہٹی اور غضب آئی، اس دن ساری دنیا اور پوری کائنات تہس نہس ہو جائے گی۔

حضرت محسن الامت علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ:

ممبئی کے ایک M.L.A. صاحب تھے اور ان کی مجھ سے تھوڑی بے تکلفی تھی، ایک مرتبہ وہ کہنے لگے کہ مولانا! آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ آپ لوگ تو صرف مسجد اور

مدرسہ کرتے رہتے ہیں، اس سے کیا فائدہ؟ تو میں نے ان سے کہا کہ بھائی! پہلے تم اپنا فائدہ بتاؤ، تمہارا M.L.A. بننے سے کیا فائدہ؟ لیکن وہ کہنے لگے کہ پہلے آپ بتائیں کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو میں ان سے کہا کہ: ہم لوگ تو قیامت روکے ہوئے ہیں؛ اس لیے کہ حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: اگر ایک آدمی کی زبان سے بھی اللہ اللہ نکلتا ہوگا تو اس کے سر پر قیامت نہیں آئے گی؛ کیوں کہ اس کی زبان مالک کا نام لے کر بہت بڑا کام کر رہی ہے اور جب مالک کا نام لے رہی ہے، تو جب تک مالک کا نام لیتے رہے گی، تب تک وہ مالک اس دنیا کو باقی رکھے گا اور جس دن وہ زبان خاموش ہوگئی بس دنیا بھی ختم، اور میں نے ان سے کہا کہ اگر مدرسہ میں کچھ بھی نہیں پڑھایا جاتا ہے تو کم از کم بسم اللہ تو ضرور پڑھایا جاتا ہے، اس نے کہا جی ہاں کیوں نہیں؟ تو میں نے کہا کہ بس قیامت ہم لوگ روکے ہوئے ہیں۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں: ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی رَجُلٍ یَقُوْلُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیَامُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ.

(سنن ترمذی: ۲۲۰۷، مسند احمد: ۱۲۰۴۳)

پھر میں نے ان سے کہا کہ اب بتائیے آپ لوگ کیا کر رہے ہیں! تو وہ خاموش ہوگئے؛ تو میں نے ان سے مزید پوچھا کہ سب سے زیادہ ترقی کیا ہے؟ کہنے لگے کہ ایٹم بم! میں نے کہا کہ آپ تو اس دنیا کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں، ایٹم بم جمع کر رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم بہت ترقی کر رہے ہیں، آپ نے دنیا کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اس کو بم اور بارود کے شہر میں پہنچا دیے، آپ کے علوم وفنون نے اس دنیا کو دہشت زدہ کر رکھا ہے اور ہر آدمی خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ بھائی! ہم تو

سلامتی پھیلانے والے ہیں، اسلام کی سلامتی جب تک پورے عالم کو محیط نہیں ہوگی، اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، اس لیے ہم اسلام کی سلامتی کی آواز کو پھیلائے جارہے ہیں اور ''لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ'' کی بنا پر پوری دنیا میں غلبہ ہوا چلا جارہا ہے، تم دنیا کو اجاڑنے کا کام کرو تو بہت سمجھ دار کہے جاؤ اور ہم تعمیر کا کام کریں تو بہت بے وقوف کہے جائیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

وہ کہنے لگے! مولانا آپ سے بحث کرنا بے کار ہے، میں نے کہا آپ ہی نے شروع کیا، میں نے تو نہیں کیا تھا۔

دنیا خودساختہ ہتھیاروں سے تباہی کے دہانے پر ہے:

میرے دوستو! آج امریکہ اور ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ممالک کے سربراہان یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ہم دنیا کو دوسو مرتبہ اجاڑ سکتے ہیں؛ بھلا بتلایئے! آپ جب ایک چھوٹی سی بکری یا مرغی پالتے ہیں تو سب کو کاٹنے دیتے ہیں؟ نہیں کاٹنے دیتے! تو جس نے اس دنیا کو پیدا کیا وہ تم کو اس میں پٹاخہ پھوڑنے دے گا؟ اسی پٹاخہ میں رکھ کر تم کو بھی اڑا دے گا، جاؤ تم تو اس دنیا کو اڑانے چلے تھے اب خود اڑ جاؤ! آج ان کے پٹاخے خود ان کے لیے وبال جان بنے ہوئے ہیں، ان کی تباہی و بربادی کا یہی ذریعہ بنے ہوئے ہیں ورنہ تو یہ رحمٰن کی رحمت ہے اور رحیم کی کرم سازیاں اور ان کی مہربانیاں ہیں اور نہ جانے کن کے صدقہ میں یہ بارودی دنیا رکی ہوئی ہے، ورنہ جس دن وہ لوگ

نہیں ہوں گے، اسی دن یہ دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت اور صحیح معرفت نصیب فرمائے۔ آمین۔

رحمٰن ورحیم اللہ ہی کی ذات ہے:

میرے بھائی! اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑا اس دنیا میں کوئی رحمٰن ورحیم ہے ہی نہیں۔ چنانچہ خواجہ صاحب اس کو اپنی زبان میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا کوئی اگر ان کی طرح ہو

یعنی ان کی طرح دنیا میں کوئی نہیں ہے وہ تو ''لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ'' ان کے علاوہ تمہاری وفاداریوں کا کوئی بھی حق دار نہیں اور ان کے علاوہ تمہاری دلداریوں کا کوئی حق دار نہیں؛ لہٰذا اپنا دل کسی غدار کو مت دو! یہ دل کسی وفادار کو دو! جو تمہارے دل کو پیار عطا کر سکے اور وہ رحمٰن ورحیم ہی دے سکتا ہے اور کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔

اسی لیے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

نہ میں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہیں کا انہیں کا ہوا جا رہا ہوں

اس لیے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پر عمل کرو گے تو رحمٰن کی طرف چپکتے چلے جاؤ گے اور انہیں کا انہیں کا ہوتے چلے جاؤ گے اور جو شخص ان کا ہو گیا تو کچھ بچا؟ کچھ بھی نہیں بچا! سب اسی کا ہو گیا:

خواجہ صاحب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں ۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئی نہیں میری

ایک اللہ کو راضی کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے؛ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم اس کو راضی کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے اور جب ارادہ ہی نہیں کرتے تو مراد آباد کیسے پہنچیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے! اور اپنی صحیح معرفت اور تعلق نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی — بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
یہ جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی — بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا — کسی کو فکر گونا گوں میں ہردم سرگراں پایا
کسی کو غم سے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا — بس اک مجذوب کو اس غم کدے میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

(خواجہ عزیز الحسن مجذوب علیہ الرحمہ)

مقاصد بعثت

الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ، وَنَسْتَعِیْنُہ، وَنَسْتَغْفِرُہ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہ، . وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِيَ لَہ، . وَنَشْھَدُ أَن لَّا اِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہ، وَرَسُوْلُہ، . صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَإِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُبِیْنٍ. (عمران:۱۶۴)

صدق اللہ مولانا العظیم.

آیت کریمہ کی مختصر تشریح:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ابھی میں نے آپ لوگوں کے سامنے ایک آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو اور اس دنیا میں آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض کو بیان فرمایا

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں آنے کے بعد کیا کام انجام دیں گے اس کو بتایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر:

اور چوں کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے ان کے درمیان اپنے محبوب کو بھیجنا ایک بہت بڑی نعمت تھی، اس لیے مؤمنین پر احسان جتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' یعنی یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں پر احسان جتاتے ہیں، اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان مسلمانوں کی جنس سے اور انسانوں کی جنس سے ایک نبی مبعوث فرمایا۔

احسان جتانے کی حکمتیں:

یوں تو بظاہر نبی کی بعثت ساری انسانیت ہی کے لیے نہیں، بلکہ ساری کائنات کے لیے نعمت بنتی ہے اور ویسے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر آئے بھی ہیں؛ لیکن آیت شریفہ میں خاص طور سے انسانوں کو اور مسلمانوں پر اس لیے احسان جتایا گیا کہ اس نبی کا نفع براہ راست مسلمانوں ہی نے حاصل کیا اور اٹھایا، دیگر مخلوقوں کو رحمت تو ملی لیکن خاطر خواہ جو نفع ملا وہ مسلمانوں کو ہی ملا، کیوں کہ سارے جانور تو مٹی کر دیے جائیں گے، ساری کائنات توڑ دی جائے گی ، یہ چاند، سورج، اور ستارے بے نور کر دیے جائیں گے، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ'' یعنی سارا نظام ہم درہم برہم کر دیں گے، اس کو فنا اور زوال کے گھاٹ اتار دیں گے، اس لیے کہ

اس کا کوئی مقصد نہیں، لہٰذا اس کو ختم کر دیا جائے گا؛ لیکن چوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا براہ راست نفع انسانوں کو اور انسانوں میں بھی مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان جتایا، تاکہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقدری نہ کر پائے؛ اور جب ایک مسلمان اپنے نبی کا قدردان ہوگا تو پھر ان کے ہر کام کا قدردان ہوگا، ان کے نقش قدم کا قدردان ہوگا، اپنے نبی کی کسی بھی چیز کو نظر انداز کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا؛ کیوں کہ جب کسی کو کسی شخص سے محبت ہوتی ہے تو پھر وہ اپنے محبوب کی ہر ادا سے محبت کرنے لگتا ہے، اس کے ہر ہر نقش قدم سے محبت کرنے لگتا ہے۔ نیز کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھا مانے اور آدھا چھوڑ دے، اس لیے کہ یہ تو یہودیوں کا طریقہ تھا، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ”نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ“ (النساء: ۱۵۰) یعنی جو پسند آئے اسے لے لیا اور جو پسند نہیں آیا اسے چھوڑ دیا؛ یہ تو یہودیوں کا کام تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں بھی ماننے سے انکار کر دیا کرتے تھے، جہاں ان کے مطلب کا نہیں ہوتا تھا، چناں چہ ان لوگوں نے کہا تھا ”لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (البقرہ: ۵۵) یعنی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ”ہم لوگ اللہ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ کو کھلی آنکھوں دیکھ نہ لیں“ تو یہودی لوگ اس طرح کی بے تکی باتیں کیا کرتے تھے۔

کمال اطاعت مطلوب ہے:

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ مسلمان کا کام یہ ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات

کو پورا مانیں، اپنے نبی کے احکام کو پورا مانیں، نبی کے احکام کو آدھا ماننا یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں، بلکہ یہ تو یہودی کا کام ہے؛ معلوم یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو خاص طور پر احسان اس لیے جتایا کہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناقدری نہ کرے، بلکہ اپنے نبی کے سارے احکام کو تسلیم کرے۔

إذ بعث فیھم رسولا من انفسھم کی تشریح:

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے انسانوں میں اور مسلمانوں میں اپنا رسول مبعوث کیا ہے، یہ تو ہمارا بڑا احسان ہے ورنہ اگر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج دیتے اور کہہ دیتے کہ جاؤ! انسانوں کو میری بات سمجھا کر آؤ تو پھر کوئی چوں اور چرا کرنے کی گنجائش نہیں تھی، لیکن ان کی اتباع میں مشکل پیش آتی؛ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس قدر یہ انعام عطا فرمایا کہ اپنا محبوب انسانوں میں بھیج دیا۔

اللہ کے محبوب کا صدقہ انسانوں کے لیے ہے:

اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا محبوب انسانوں میں بنایا ہے، تو محبوب کا صدقہ بھی انسان ہی کھائے گا، اس کے علاوہ اور کون کھا سکتا ہے، جیسے جب گھر میں دسترخوان بچھتا ہے تو پہلے گھر والے ہی کھاتے ہیں، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سارے انسانوں کو جو اعضاء و جوارح عطا کیے ہیں وہ اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں عطا کیے ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کی تشریح:

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ

تَـقْـوِیْـمٍ‘‘ (التین:۵) یعنی ’’ہم نے انسان کو بہترین سانچہ میں پیدا فرمایا؛ لیکن وہ بہترین سانچہ کیا ہے؟ وہ بہترین سانچہ یہ ہے کہ میں نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سانچہ سے سارے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے، اس لیے آپ غور کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سارے انسانوں کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے سے پید اکیا ہے، لہٰذا اے انسانو! تمہیں اللہ کے محبوب کی نگاہیں ملیں، تمہیں اللہ کے محبوب کا دل ملا، اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضا و جوارح ملے، تو گویا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین سو ساٹھ اعضا و جوارح سارے انسانوں کے لیے سخاوت فرمادی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اپنے محبوب کو تین سو ساٹھ اعضا و جوارح عطا کردیے، تمہیں اس کی کیا ضرورت، میں نے اپنے محبوب کو دو پیر عطا کیا ہے اور تمہارا ایک ہی پیر سے کام چل جائے گا، میں نے اپنے محبوب کو دو ہاتھ عطا کیا ہے اور تمہارا ایک ہی ہاتھ سے کام چل جائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں انسانوں کو اپنے محبوب کے سارے اعضا و جوارح عطا کیے، تاکہ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں لوگوں کو کچھ بھی عذر لاحق نہ ہو، میرے محبوب کی اتباع کرنے کا جب نمبر آئے تو یہ نہ کہہ سکے کہ اے میرے مولیٰ! میں تیرے محبوب کی اتباع کیسے کروں؟ میرے پاس تو زبان نہیں؛ اس لیے اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہی زبان دیتا ہوں جو میں نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کی تھی، لہٰذا تم اسی زبان سے میرے محبوب کے کلمات کو بول سکتے ہو، میں تمہیں وہی دماغ دیتا ہوں جو دماغ میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی تھی جس سے تم میرے محبوب کے دماغ کا کام

کر سکتے ہو اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سوچی ہوئی باتوں کو سوچ سکتے ہو، الغرض میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں تمہیں تین سو ساٹھ اعضا و جوارح عطا کی ہے، تم ان سے وہی کام کر سکتے ہو جو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

"إِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کی تشریح:

میرے دوستو! اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: إِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی اے مسلمانو! اور اے انسانو! میں تو تمہارے ہی جیسا ایک بشر اور ایک انسان ہوں، لہٰذا اگر تم میرے جیسے بننا چاہو گے، میری اتباع کرنا چاہو گے، میرے نقش قدم پر چلنا چاہو گے، میری زبان بولنا چاہو گے، میری نماز پڑھنا چاہو گے، میرا روزہ رکھنا چاہو گے اور میرے نقش قدم پر جہاد کرنا چاہو گے تو تم بھی آسانی سے کر سکتے ہو، اس لیے کہ میرے اندر اور تمہارے اندر اعضاء و جوراح کے اعتبار سے مماثلت ہے۔

لیکن اے مسلمانو! تمہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ملا ہے، پھر بھی تم یہودی اور نصرانی کا چہرہ اپنانے کی فکر میں لگے ہو، تمہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ملا ہوا ہے، لیکن اپنے سر پر یہودی اور نصرانی کا بال رکھ کر محمد رسول اللہ کی ترجمانی کرنے کے بجائے یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کی ترجمانی اور پرچار کر رہے ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں اپنے محبوب کے تین سو ساٹھ اعضاء و جوارح دیئے تھے، تاکہ تم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی اور پرچار کر سکو، لیکن ان کے محبوب کی ترجمانی کرنے کے بجائے ان کے دشمنوں کی ترجمانی کر رہے ہو اور جب محبوب کی ترجمانی چھوڑ کر دشمن کی ترجمانی کرو گے، تو اللہ کو یہ کب گوارا ہو سکتا ہے؟

انسانی شکل وصورت میں کوئی جہنم میں نہیں جائے گا:

میرے دوستو! یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب مجرمین کو جہنم میں ڈالیں گے، تو ان کو انسانی اعضا و جوارح سے محروم کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کہ میں اس پر عذاب نازل کروں اس لیے حکم ہوگا کہ اس کا چہرہ لے لو اور جانوروں کا چہرہ دے دو، اس کا ہاتھ لے لو اور جانوروں کا ہاتھ دے دو، کیوں کہ اس نے میرے محبوب کے ہاتھ پیر کی ناقدری کی ہے، لہٰذا اب یہ لوگ اس ہاتھ پیر کے حق دار نہیں ہیں۔

انسانی اعضاو جوارح اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں:

بھائی ہم سوچتے ہیں کہ یہ چہرہ ہمارا ہے، یہ شکل وصورت ہماری ہے اور یہ مال ہمارا ہے، یہ آنکھیں ہماری ہیں، یہ ہاتھ اور پیر ہمارے ہیں اور یہ دل ودماغ ہمارا ہے، اس لیے جس طرح چاہیں اس کو استعمال کریں، ارے بھائی! یہ تمہارے کیسے ہو جائیں گے؟ کیا تم اس کے مالک ہو؛ تم تو اس کے امین ہو! اور امین کو امانت میں خیانت کرنے کی بالکل اجازت نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سارے اعضاء وجوارح عطا کر کے اس کا کام بتایا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان دی اور کہا کہ اس سے جھوٹ مت بولنا بلکہ سچ بولنا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہاتھ دے کر فرمایا کہ تم اس سے ظلم مت کرنا بلکہ انصاف کرنا، نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے دماغ دیا اور فرمایا کہ تم اس سے کسی کی برائی مت سوچنا بلکہ بھلائی سوچنا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرمگاہ دیے اور فرمایا کہ تم اسے غلط

استعمال مت کرنا، بلکہ جائز جگہوں پر استعمال کرنا،لیکن افسوس یہ ہے کہ آج ہم ان اعضا کا غلط استعمال کررہے ہیں اور ہمیں خیال تک نہیں آتا کہ ہم اس کا غلط استعمال کررہے ہیں اور Miss Use کررہے ہیں۔

کرامت انسانی کا راز:

میرے دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا محبوب انسانوں میں بنایا، اس لیے انسانوں کو احسان مند ہونا چاہیے؛ کیوں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا محبوب فرشتوں میں سے بنالیتے تو ان سے کون پوچھنے والا تھا، معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارے جیسے انسانوں میں سے اپنا محبوب بنا کر سارے انسانوں کو عزت وشرف عطا کیا اور یہی راز ہے ''**وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ**'' کا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے بنی آدم کو اعزاز واکرام عطا فرمایا اور سب سے بڑا اکرام یہ ہے کہ میں نے اولاد آدم میں سے ایک کو اپنا محبوب بنایا۔

اس کی میں ایک مثال دیتا ہوں، کہ اگر آپ کے گھر کا کوئی فرد بادشاہ بن جائے تو آپ کی عزت ہوگی یا نہیں، اور آپ کے یہاں روزی کا دروازہ کھلے گا یا نہیں، نیز اگر آپ کے خاندان میں کوئی شخص وزیر اعظم بن جائے تو آپ کے خاندان والوں کی عزت ہوگی یا نہیں، آپ کے گاؤں والوں کی عزت ہوگی یا نہیں، اور علاقہ والے معزز ہوں گے یا نہیں اور سب لوگوں کو اس سے فائدہ ہوگا یا نہیں، تو اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں میں سے ایک کو اپنا محبوب بنا کر ساری انسانیت کو عزت بخش دی اور ان ہی کی رحمت سے ساری انسانیت نہارہی ہے۔

امت محمدیہ جنت میں سب سے پہلے جائے گی:

یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا انتظار تو میرے باپ ابراہیم کو بھی ہوگا، اس لیے اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ نہ جانیں تو کون جانے گا، اگر ہم نہ جانیں تو یہ ہماری کمی ہوگی، میدان محشر میں نبیوں کے فائل نہیں کھل سکتی جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستخط نہ ہو جائے یعنی جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش نہ لگ جائے اور کسی نبی کو جنت میں جانے کا مسئلہ اللہ تبارک وتعالی کے یہاں پیش نہیں ہوسکتا، جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں نہ چلے جائیں؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تو اس دنیا میں سب سے بعد میں آیا ہوں، لیکن جنت میں سب سے پہلے جاؤں گا، کیوں کہ محبوب کا ایک حق ہوتا ہے اور وہ حق یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں سارے نبیوں سے پہلے جائیں اور محبوب کے صدقہ میں محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت بھی جنت میں پہلے جائے گی۔

"يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ" کی تشریح:

آگے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، کہ میرے رسول کا کام سن لو اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کام پر جو میں انعام دے رہا ہوں وہ بھی سن لو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے کوئی کام نہ رہ جائے اور تمہارا تعلق کمزور ہو جائے، چناں چہ فرماتے ہیں يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ یعنی میرے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

پہلا کام کیا ہے؟ فرمایا میرے رسول کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ میری کتاب لوگوں کو پڑھ کر سناتا ہے، میرے پیغام کو سن کر سناتا ہے، اس سے معلوم یہ ہوا کہ مسلمان کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کے کلام کو سب سے پہلے پڑھنا سیکھے۔

تلاوت قرآن کا فریضہ:

دوستو! اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کا صحیح پڑھنا فرض ہے جس نے قرآن کریم کو پڑھنا نہیں سیکھا تو اس نے کتاب اللہ کے ابتدائی حکم کو پامال کر دیا، بہر حال نبی کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ پڑھ کر لوگوں کو سنائے، جیسے اللہ نے پڑھایا ویسے ہی لوگوں کو بھی پڑھ کر سنائے، جیسے اللہ نے پہونچایا ویسے ہی لوگوں تک پہونچادے، اب یہ کام شاندار طریقہ پر ہمارے مدارس اور مکاتب میں ہو رہا ہے اور اپنے نبی کا کام کرنے والے یقیناً بڑے اعزاز و اکرام کے مستحق ہیں۔

''وَيُزَكِّيهِمْ'' کی تشریح:

آگے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''وَيُزَكِّيهِمْ'' یعنی میرا نبی قرآن کریم کی تلاوت کے بعد لوگوں کے دلوں کو صاف و ستھرا بھی کرتا ہے اور لوگوں کے اخلاق رذیلہ کو بھی دور کرتا ہے۔

تزکیہ قلوب کا فریضہ:

اور یہ بات ظاہر ہے کہ بڑے نبی کا کام بھی بڑا تھا، اس لیے بڑے کاموں

کو امت کے درمیان تقسیم کر دیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

لہٰذا ایک ایک چیز کو اور ایک ایک کام کو فن کی حیثیت سے آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی، چناں چہ اہل تصوف اور اہل خانقاہ نے اپنے ذمہ لیتے ہوئے لوگوں کے دلوں کی صفائی اور لوگوں کے دلوں سے دنیا کی محبت مٹانا اور اللہ کی محبت ان دلوں کے اندر بھرنا ہی ان کا شیوہ بن گیا اور یہ کام شروع کیا گیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی نقش قدم اس دنیا سے مٹنے نہ پائے۔

”وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ“ کی تشریح:

یعنی میرے نبی تزکیۂ قلوب کے بعد لوگوں کو قرآن کریم کا علم دیتے ہیں اور اس کتاب کو سمجھاتے ہیں اور یہی کام مدارس میں ہوتا ہے، دارالعلوم اسی لیے قائم ہوتا ہے تاکہ کتاب اللہ کے علم کو پھیلائے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کے اندر جو باتیں بیان فرمائی ہیں اس کو لوگوں تک پہونچائے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے جو مطالبہ کرتے ہیں وہ مطالبات بندوں تک پہونچائے۔

بڑے نبی کا کام بھی بڑا ہوتا ہے:

میرے دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سارے کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور چوں کہ رسول بڑا ہے اس لیے اس کا کام بھی بڑا ہوگا، اگر رسول نبیوں کا نبی ہے تو اس کا کوئی بھی کام چھوٹا نہیں ہوسکتا، اگر رسول بڑا ہے اور ان کا کام

تزکیۂ قلب بھی ہے تو وہ یہ تزکیہ قلب کا کام بھی بڑا ہوگا، اگر رسول کا کام تلاوت کا ہے تو یہ تلاوت کا کام بھی بڑا ہوگا، اگر رسول کا کام تعلیم کا ہے تو یہ تعلیم کا کام بھی بڑا ہوگا؛ معلوم ہوا کہ جو بڑے ہوتے ہیں ان کا کام بھی بڑا ہوتا ہے اور اس کی حیثیت بھی بڑی ہوتی ہے۔

محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے:

اسی طرح جو شخص محبوب ہوتا ہے تو اس کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ اور اس کی میں ایک مثال دیتا ہوں کہ آپ کا بچہ آپ کا محبوب ہوتا ہے تو اس کی ہر چیز آپ کو محبوب لگتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا پیشاب اور پاخانہ آپ کو برا نہیں لگتا، اگر آپ کے بستر اور مصلی پر نجاست کر دیتا ہے تب بھی برا نہیں لگتا، کیوں؟ اس لیے کہ وہ آپ کا محبوب ہے! تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جو کام میں نے بتایا ہے وہ میرے نبی اور میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے، لہٰذا اس کام کے ذریعہ لوگوں کو میرا محبوب بننا چاہیے، کیوں کہ میرے محبوب کے پاس آنے کا یہ کام ہے، میرے محبوب تک پہنچنے کے یہ طریقے ہیں ان طریقوں کو اپنا کر میرے محبوب تک پہنچو، جب میرے محبوب تک پہنچ جاؤ گے تو میرے تک بھی پہنچ جاؤ گے۔

"وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" کی تشریح:

اور تعلیم حکمت کی تفصیل یہ ہے کہ حکمت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک حکمت قولی، دوسرا حکمت فعلی۔ چناں چہ حکمت فعلی یہ ہے کہ دوسروں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور وہ بات حکمت کے ساتھ پہنچا دی جائے، یعنی اس حکمت کے ساتھ بات

کہی جائے کہ سامنے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو اور کام کو قبول کرلے اور ری ایکشن بھی نہ ہونے پائے، جس کو تبلیغ کہتے ہیں؛ اور چوں کہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچی ہے اس کو حکمت کے ساتھ پہنچا دینے کا کام بھی میرے نبی کا ہے، لہٰذا میرے نبی کا یہ کام بھی چھوٹنے نہ پائے، لہٰذا اس کو باقی رکھنے کی ضرورت ہے اور زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

نبی کا مشن چھوٹ جانا ہی قیامت کا آنا ہے:

میرے دوستو! نبی کا کوئی بھی کام اگر چھوٹ گیا تو نبی کا مشن چھوٹ جائے گا اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم چھوٹے گا تو یاد رکھنا قیامت برپا ہوجائے گی، کیوں کہ اگر محبوب نہیں تو کچھ بھی نہیں، اللہ فرماتے ہیں اے لوگو! اگر میرے محبوب کا کوئی بھی نقش مٹا اور ان کی دی ہوئی کوئی بھی چیز ضائع ہوگئی، تو یاد رکھنا میں چاند اور سورج کو توڑ پھوڑ کر سارے پہاڑوں کو چلادوں گا اور ساری کائنات کو مٹادوں گا، کیوں کہ جب میرا محبوب ہی نہیں تو یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ سیارے، یہ پہاڑ، یہ ندیاں اور یہ زمین وآسمان سب بے کار، کیوں کہ میں نے ان سب کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیدا کیا تھا، لہٰذا جب میرا محبوب نہیں تو کچھ بھی نہیں، سب ختم۔

اس کی ایک دلیل:

اسی لیے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلیٰ رَجُلٍ یَقُوْلُ اللّٰہُ اللّٰہُ" یعنی اس دنیا میں جب تک ایک شخص بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لینے والا ہوگا، تب تک قیامت قائم نہیں ہوسکتی؛ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ یہ اللہ اللہ اسی شخص کا قبول ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر لیا ہو، اگر محمد رسول اللہ کے طریقہ پر نہیں لیا گیا تو وہ مسترد کر دیا جائے گا؛ لہٰذا وہی اللہ اللہ مقبول ہوگا جو رسول اللہ کے طریقہ پر لیا گیا ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے آ رہا ہو، کیوں کہ محمد رسول اللہ کے واسطے سے آنے کے بعد اس میں محبوبیت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کی کوئی بھی چیز مٹتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا۔

اس لیے میرے بھائی! اپنے ہاتھ پیر کی قدر کرو، اپنے اعضاء وجوارح کی قدر کرو! کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے ہاتھ پیر میں وہ صلاحیت دی ہے کہ ان سے اگر کوئی عمل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق کیا گیا تو وہ محمد رسول اللہ کا عمل کہا جائے گا، لہٰذا اس سے بڑا اعزاز انسان کے لیے کوئی بھی نہیں ہوسکتا اور اس سے بڑی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔

ایک واضح مثال:

میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ پیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل صادر ہوجائے، تو اس کی قیمت ایسی ہے جیسے کہ کشمیر میں زعفران پیدا ہونے کے بجائے آپ کی زمین میں بھی زعفران پیدا ہونے لگے، تو جب آپ کی زمین میں بھی زعفران پیدا ہونے لگے، تو آپ کی زمین کی قدر و قیمت بڑھے گی یا نہیں؟ پھر

آپ لوگوں سے کہیں گے کہ وادی کشمیر کی وہ زمین ہمارے یہاں بھی منتقل ہوگئی اور ہماری زمین سے بھی زعفران اگنے لگا، جس کی قیمت ایک ہزار روپیہ کلو ہے تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی اس زمین میں آلو بوئیں گے یا زعفران، تو جس طرح جس ہاتھ پیر سے، جس دل و دماغ سے اور جس زبان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صادر ہوسکتا ہو اور جس ہاتھ پیر سے زعفران سے بھی مہنگی چیز پیدا ہوسکتی ہو، اس میں گھاس پات لگانا انسان کی بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہوسکتی ہے؟ اس لیے اپنے ہاتھ پیر کی قیمت سمجھو اور اپنے اعضاء و جوارح کی قیمت سمجھو! اگر تم نے اس سے صحیح طور پر کام کرلیا تو وہ رسول اللہ کا کام اور عمل سمجھا جائے گا اور اس کو فرشتے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں لے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے میرے مولیٰ! جو عمل تیرے محبوب کا تھا یہ عمل اسی عمل کے مشابہ پایا گیا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ لے آؤ چڑھاؤ اور رکھ دو، میں اس کو اجر اور جزا دوں گا، اس لیے اس سے بڑی اور کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے کہ آپ کے اعضاء و جوارح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صادر ہو جائے۔

سنت پر عمل کرنا وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے:

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اپناتے چلے گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ تک جانے کا راستہ تم کو ملتا چلا جائے گا اور یہ سنت ہی آپ کو اللہ رب العزت تک پہنچا دے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہم سب کو اور پوری امت محمدیہ کو احیاء سنت کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنا تزکیہ قلب اور تزکیہ نفس کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لَنَا شَأنَنَا کُلَّہٗ وَلَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَۃَ عَیْنٍ. یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّکَ،

اے اللہ! محض اپنے فضل وکرم سے ہم میں سے ہر ایک کے قصوروں کو اور گناہوں کو معاف فرما، اے اللہ! ہماری تجارت میں اسلام کو غالب کردے، اے اللہ! ہمارے معاملات میں اسلام کو غالب کردے، اے اللہ! ہماری سیاست میں اسلام کو غالب فرمادے، اے اللہ! عالم اسلام کو غلبہ عطا فرما کر سارے مسلمانوں پر اسلام کو غالب فرمادے، اے اللہ! ہمارے گھروں میں سو فیصد اسلام کو جاری فرمادے۔ اے اللہ! آج ہماری مسجدوں میں ایمان اور اسلام تو ہے لیکن ہمارے گھروں میں نہیں، ہماری زبان پر نہیں، اور ہماری آنکھوں میں نہیں، اے اللہ! سو فیصد اسلام پر ہمیں پابند کردے اور سو فیصد اسلام پر کاربند فرمادے، اے اللہ! امت کو اپنے محبوب کا سو فیصد

متبع اور پیروکار بنادے، اے اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار غلام بنادے اور وفادار امتی بنادے، اے اللہ! ہم تیرے ہیں اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں لیکن ہماری زندگی ایسی داغدار ہے کہ تیرا محبوب پہچان بھی نہیں سکے گا کہ یہ میرا امتی ہے، اس لیے اے اللہ! ہم سب کو محض اپنے فضل سے معاف فرما کر اپنا بنالے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بنالے، اے اللہ! ہم جہاں بھی ہوں، جیسے بھی ہوں اور جہاں بھی جائیں لیکن تیرے کہے جائیں اور تیری علامتوں سے پہچانے جائیں اور تیرے محبوب کی شناخت سے پہچانے جائیں، اے اللہ! پوری امت پر رحم فرمادے، کرم فرمادے۔ اے اللہ! غیروں کے طور وطریقہ پر جانے سے امت کو بچالے، اے اللہ! یہ امت غیروں کے طریقہ پر جا کر ضائع اور برباد ہوگئی، اے اللہ! امت پر رحم فرمادے، امت پر کرم فرمادے، اے اللہ! ہم کچھ بھی ہوں لیکن ہم تیرے محبوب کی امت ہیں اور اے اللہ! آپ نے اپنے محبوب کے لیے نہ جانے کیسے کیسے انعامات نازل فرمائے ہیں، اے اللہ! اپنے محبوب کی خوشیوں کے لیے امت کو معاف فرمادے، اے اللہ! امت کو معاف فرما کر ایک بار امت کی بہار رفتہ کو واپس فرمادے، اے اللہ! امت کو دوبارہ شریعت وسنت کی عزت نصیب فرمادے، اے اللہ! شریعت و سنت کی اتباع عطا فرمادے، اے اللہ! ایک بار پھر امت کو حق پر جمع فرمادے، اے اللہ! باطل، ضلالت اور گمراہی میں جانے سے امت کو بچالے، اے اللہ! امت کا بول بالا نصیب فرما کر ہندوستان کی حکومت میں مسلمانوں کو حصہ داری عطا فرمادے، اے اللہ! امت کو حق اور انصاف دلانے کا فیصلہ نافذ فرما، اے اللہ! محض اپنے فضل وکرم سے اس ملک میں رحم نازل فرمادے، کرم نازل فرمادے، اور ظالموں کے تسلط کو ختم فرمادے،

اے اللہ! ظالمانہ حرکت کرنے والے انسانوں کو دور فرمادے، اے اللہ! عدل وانصاف کرنے والے کو آگے بڑھا، اے اللہ! محض اپنے فضل وکرم سے اس ملک میں بھی اسلام کی ہواؤوں کو عام فرمادے، اسلام کی فضاؤں کو عام فرمادے، اے اللہ! مدارس و مساجد، خانقاہوں اور دینی کاموں کو فروغ عطا فرما، اے اللہ! ہر دینی کاموں کو ترقی کی دولت سے مالا مال فرما، اے اللہ! ہر وہ کام جو تیری خوشی کے لیے ہورہے ہیں ان کو صحیح طریقہ پر کرنے کی توفیق عطا فرما، اور ہر کام کو قبول فرما، اور ہر ایک کی حفاظت کا انتظام فرما۔ اے اللہ! اپنے نام کے صدقے میں ہم سب کو معاف فرمادے، اے اللہ! اپنے بڑے ناموں کے صدقے میں ہمارے بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرمادے، اے اللہ! ہم سب کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کے لیے منتخب فرما، اے اللہ! اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے لیے، اپنے محبوب کے کام کے لیے اور ان کے پیغام کو عام کرنے کے لیے ہم سب کو قبول فرمالے، اے اللہ! ہمیں اور ہماری نسلوں کو دین پر عمل کرنے کے لیے اور دین کی اشاعت کے لیے قبول فرمالے، اے اللہ! ہمیں محروم نہ فرما، اے اللہ! ہمیں محروم نہ فرما، اے اللہ! ہمیں محروم نہ فرما، اے اللہ! ہمیں اپنا بنالے، اور ہمیں نفس وشیطان سے بچالے، اے اللہ! محض اپنے فضل وکرم سے پوری امت پر رحم وکرم فرما کر امت کا بول بالا فرمادے، اے اللہ! دشمنوں کے ہاتھوں سے آپ کے محبوب کی امت بہت ذلیل ورسوا ہوچکی، اے اللہ! اب تو معاف فرمادے، اے اللہ! معاف فرمادے، اے اللہ! معاف فرمادے، اے اللہ! حق پر، انصاف پر، شریعت پر اور سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادے، اے اللہ! عالمِ باطل کو شکست سے دوچار کردے، اے اللہ! عالم باطل کے حوصلوں کو پست فرمادے، اے اللہ! تمام

مسلمانوں کا بول بالا فرما کر ہم میں سے ہر ایک کو سو فیصد مسلمان بنادے، سو فیصد اسلام کا حامی اور سو فیصد اسلام کا وفادار بنادے، اے اللہ آج بے وفائیاں ہم سے زیادہ ہورہی ہیں، اے اللہ! اسلام کو نقصان اپنوں سے زیادہ پہنچ رہا ہے اور غیروں سے کم، اے اللہ! ہمیں اس کی سمجھ عطا فرما۔

اللهم إنا نسئلک الهدى والتقى والعفاف والغنى، اللهم إنا نسئلک الصحة والعفة والأمانة وحسن الخلق والرضى باالقدر، اللهم بارک لنا فی اعمالنا وبارک لنا فی ارزاقنا وبارک لنا فی قواتنا یا ارحم الراحمین، ربنا هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما، ربنا وتب علینا إنک انت السمیع العلیم و تب علینا إنک انت التواب الرحیم وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

۞۞۞۞۞

نعت

اگر اے نسیم سحر ترا گذر ہو دیار حجاز میں ۞ میری چشم تر کا سلام کہنا حضور بندہ نواز میں
تمہیں حدِّ عقل نہ پاسکی فقط حال اتنا بتاسکی ۞ کہ تم ایک جلوۂ راز تھے جو عیاں ہے رنگ مجاز میں
نہ جہاں میں راحت جاں ملی نہ متاع امن واماں ملی ۞ جو دوائے دردِ نہاں ملی تو ملی بہشت حجاز میں
عجب اک سرور سا چھا گیا میری روح ودل میں سما گیا ۞ ترا نام سا آ گیا میرے لب پہ جب بھی نماز میں
کروں نذر نغمۂ جاں فزا میں کہاں سے اختؔر بے نوا ۞ کہ سوائے نالۂ دل نہیں ہے مرے دل کی غمزدہ ساز میں

اختؔر شیرانی (مرحوم)